رجسٹرڈ نمبر ایل ۲۰۳۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حب وطن از ملک سلیمان خوشتر | خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر
یوسف کہ بمصر بادشاہی می کرد | می گفت گدا بودن کنعاں خوشتر

پانزدہ روزہ کاکوری اخبار

جلد ۹ | کاکوری چہارشنبہ ۱۶ ستمبر ۱۹۴۲ء مطابق ۴ رمضان المبارک ۱۳۶۱ھ | نمبر ۱۰

ادبیات

تضمین بر غزل رند لکھنوی از جناب قاضی عابد علیخان فرزند مرحوم مغفور

(از بیاض مولوی مسعود الدین مرحوم)

شدائد ہجر کے ہیہم جگر کے ٹکڑے کرتے ہیں | خدنگ آہ سوزاں پار سینہ کے گذرتے ہیں
سسکتے ہیں ترے عاشق نہ جیتے ہیں نہ مرتے ہیں | تمہارے ہاتھ سے تنگ آ کے ہم فریاد کرتے ہیں

بمجبوری گلے کو کاٹتے ہیں تم پہ مرتے ہیں

محبت نے جو نکے رنج جو جو کچھ کر دکھلائے | بلادہ غم کا افسانہ زباں پر کیا کوئی لائے
یہی ہے اب تمنا ہو ہماری جان بچ جائے | محیط عشق سے ساحل تلک اللہ ہو بچائے

بُھا دیتی ہے تہہ کو قضا جوں جوں اُبھرتے ہیں

یہاں ہیں داغ تن پر گر قبائے بار پر زر ہے | اگر ہے اُنکو بیتابی تو دل اپنا بھی مضطر ہے
غرض ایسے نہ وہ باہر نہ بندہ اُنسے باہر ہے | بحمد اللہ محبت دونوں جانب برابر ہے

وہ ہم پر جان دیتے ہیں اگر ہم اُنپہ مرتے ہیں

خیال عارض رنگیں سے یاد گل نہیں کرتے | اُٹھاتے پیچ جب سے الفت کاکل نہیں کرتے
چراغ عمر کو باد فنا سے گل نہیں کرتے | گمان زلف سے نظارۂ سنبل نہیں کرتے

ہمیں کاٹا ہے جب سے سانپ نے رسی سے ڈرتے ہیں

تارے

از افسانہ نگار عباسی صاحبہ کاکوری انجارج

آسمانی دوپٹہ پر مقیش کی بیلیں ہیں۔ شوخ حوروں کے رخسارے "پہلی محبت" پر سے نثار کئے ہوئے پھول ہیں یا کسی قربان گاہ پر جلائے ہوئے چراغ۔ کسی حور کی آرتی کے پھول ہیں یا قبرستان کے ٹمٹماتے دیئے!

تماشا تک شور ہے دنیا میں میری شکبار ی کا | کوئی لیتا نہیں ہے نام بھی ابر بہاری کا
جسے دیکھو وہ شاکی ہے مری فریاد و زاری کا | نہیں معلوم انھیں کیا حال میری بیقراری کا

غلط کہتے ہیں دم دیتے ہیں جھوٹے ہیں مگرتے ہیں

بیابان طلب میں ہم چنا تھا میں بھی اکثر | الٰہی منزل مقصود تک پہونچوں گا میں کیونکر
ملے دو چار بار ہی ساکنان کوچۂ دلبر | ہوا تحقیق اُنلوگوں سے جو ہیں آپسے باہر

پتہ ملتا ہے جب یار تیرے خود سے گذرتے ہیں

فلک نے چار دن کی زندگی میں وہ دیئے صدمے | کہ بالکل مٹ گئے فریاد سارے حوصلے دلکے
تمنا ہے قضا ہو رات دن اپنی یہ سکتے ہیں | شریک بزم ہیں گو دوستوں کی پاس خاطر سے

نہ سمجھو انکو رندوں میں کسی پر رند مرتے ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کاکوری اخبار

جلد ۹ | ۱۶ ستمبر ۱۹۴۲ء | نمبر ۱۰

رحمت کا مہینہ

رمضان کا مہینہ فرض کا پیغام ہے اور تنظیم کی پکار۔ اللہ تعالےٰ کا ہزار ہزار شکر اور احسان ہے کہ اُس کی مہربانی اور کرم سے ہم عاجز و گنہگار بندوں کو اس سال پھر رمضان مبارک کی دولت و نعمت حاصل ہوئی۔ گذشتہ سال جب یہ بابرکت مہینہ ہم سے رخصت ہوا ہو کسی کو بھروسہ نہ تھا کہ یہ پاک اور مبارک مہینہ پھر بھی ہمیں نصیب ہوگا مگر یہ محض اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ آج رمضان مبارک کی برکتوں اور سعادتوں سے بہرہ اندوز ہونے کی خوش قسمتی اور سرفرازی حاصل کرنیکا موقع ملا ہے۔ وہ شخص کسقدر بدبخت اور بے مراد ہے جو ایسے مبارک مہینہ کو پائے اور پھر بھی اللہ جل شانہٗ کی رحمت اور برکت سے محروم رہے۔ رمضان کا مہینہ رحمت خداوندی کا نور و نیک بختی اور سعادتمندی کی عید اور شریعت خداوندی کا ایک ایسا احسان ہے کہ اگر دنیا بھر کے درختوں کو قلم اور سمندروں کو سیاہی بنا دیا جائے تو رمضان حکیم کی برکتوں اور نیکیوں کا ایک شمہ بھی تحریر نہیں ہو سکتا۔ ہم اپنی اس عظیم اور بیمثال خوش قسمتی سے فائدہ اُٹھائیں۔ نیکی۔ ہمدردی اور احسان کے لئے کمریں کس لیں۔ اللہ تعالےٰ کی رحمت اور قبولیت کی طرف نہ صرف متوجہ ہوں بلکہ پیش قدمی کریں اور خیر و ثواب کے حقدار بن جائیں کیونکہ کہا جاتا ہے کہ رمضان کا مبارک مہینہ تلافی مافات کا مہینہ ہے۔ لہذا ان ایام کی خیر و برکت کے حصول کے لئے اپنی ہمتوں کو جمع کریں قرآن پڑھیں۔ قرآن سنیں۔ قرآن سمجھیں اور حکم قرآن کے مطابق خدائے ذوالجلال کے اطاعت گذار بندے بنجائیں۔ مسجدیں بارونق اور آباد ہوں صرف افطاری کھانے کے لئے نہیں بلکہ عبادت و ریاضت کے واسطے اور اپنی اپنے بھائیوں اور قوم کی کمزوریوں و بے راہ روی کو دور کرنے کی تدابیر پر غور و مشورہ کے لئے۔ اور مسلمانوں سے عصیانیت و بد اخلاقی کے دور ہونے کے لئے خشوع و خضوع سے دعا کرنیکے واسطے۔

مسلمانوں کی حالت بڑی ابتر ہو رہی ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو زندگی بسر کرنے کے لئے جسقدر قاعدے اور اصول سمجھائے اور سکھائے تھے اُن سب کو ہم فراموش کر چکے۔ نہ ہماری جسمانی حالت اچھی ہے نہ اخلاقی و روحانی کیفیت درست ہے۔ امیر غریبوں سے زیادہ خرابیوں میں مبتلا ہیں اور غریب امیروں سے بڑھکر گناہوں اور کمزوریوں کا شکار ہیں۔ اصلاح قوم کی آخری کرن عالموں اور رہنمایان مذہب کے دل و دماغ کی روشنی سے تابندہ ہو سکتی تھی لیکن افسوس ہے کہ انکی حالت سب سے زیادہ زبوں ہو رہی ہے۔ خود مطلبی اور جاہ طلبی کے سوا نہ اصلاح ذات کا خیال ہے اور نہ قوم کی بہتری کی طرف توجہ۔ ہم اس وقت اپنے اہل وطن کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ ان مبارک ایام میں اپنی کمزوریوں اور اعمال کا جائزہ لیکر سر جوڑ کر بیٹھیں اور صفائی قلب کے ساتھ اپنی اپنے بھائیوں اور اہل وطن کی اصلاح کے لئے ایک ایسا لائحہ عمل مرتب کریں جس پر عمل کرکے ہم پھر وہ عروج و ترقی حاصل کر لیں جو کبھی ہمارے قصبہ کا طرۂ امتیاز رہی ہے۔ روزوں کی برکت سے ہم خفتہ نصیبوں میں عمل و خدمت کا کوئی سچا احساس پیدا ہو جائے۔ کیونکہ قوم اور اہل وطن کی کمزوری و بدحالی سے اغیار فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ مسلمانوں پر یہ وقت بہت نازک ہے جس کی جانب جلد سے جلد توجہ کرنیکی ضرورت ہے۔

قومی عظمت قومی ترقی کے حصول پر منحصر ہے یہ صرف تنظیم و اتحاد و یکجہتی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ انتشار و پراگندگی ہمارے وقار، خودداری اور شرافت کے لئے سم قاتل ہے۔ آپ نے دیکھا کہ چند بدنہاد اور شرافت سے بیر رکھنے والوں نے کیسی شدید ضرب لگانے کی سازش کی تھی اور شرفاء وطن سے وہ کام لینا چاہا تھا جو کسی طرح بھی ہمارے شایان شان نہیں ہو سکتا۔ اس سازش کے بروقت اطلاع ہو جانے پر بعض ہمدردان وطن کی حمیت و شرافت

نے اپنے اثرات سے کام لیکر ہم کو تذلیل سے بچا لیا۔ ورنہ اگر یہ سازش کامیاب ہوجاتی تو آئندہ نہ معلوم اور کتنی ذلتوں کا سامنا کرنا پڑتا۔ ہمیں اس سے ہکو پورا سبق لینا چاہئے اور اپنی تنظیم کے لئے پوری قوت سے عملی پروگرام مرتب کرکے اُس پر کاربند ہونا چاہئے۔ اور بغیر باہم مشورے اور صلاح کے کسی وقت بھی کوئی قدم نہ اُٹھایا جائے۔ نیز اتفاق و یکجہتی کا ایسا مظاہرہ ہو کہ اغیار و دشمنان دین کو ہم پر حملہ کی جرأت نہ ہو بلکہ اُن کو یقین ہوجائے کہ اس گئی گذری ہوئی حالت میں بھی ہم ایسے کمزور نہیں ہیں کہ حملوں کی مدافعت یا توڑ نہ کرسکیں۔

آخر میں ہم دعا کرتے ہیں کہ ہمارے بھائیوں کو اس مبارک مہینہ کی تمام برکتوں و نعمتوں کے ساتھ تنظیم کی سعادت سے بھی اللہ تعالیٰ سرفرازی عطا فرمائے۔

زمانہ موجودہ کے ڈکٹیٹروں کی غذا

اسٹالن:۔ کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کا جنرل سکریٹری ہے۔ مگر حقیقت میں ۱۸۲ قومیتوں اور ۱۴۹ زبانوں والی سترہ کروڑ دس لاکھ انسانوں کی آبادی کا واحد مختار کل ہے۔ اسٹالن کوئی چیز اس وقت تک نہیں کھاتا جب تک کوئی شخص پہلے اُسکے کھانے کو چکھ نہ لے کیونکہ یہ اندیشہ رہتا ہے کہ کہیں کھانے میں زہر نہ ہو۔

دوسرے ڈکٹیٹروں کی طرح وہ بھی اچھی اچھی غذائیں کھاتا ہے بکری کا گوشت اور عمدہ مچھلی پسند کرتا ہے۔ جارجیا کی شراب اُسکو بہت مرغوب ہے مگر حد سے زیادہ پینے کا عادی نہیں۔ اس کو مٹھائیاں بہت پسند ہیں اور جارجیا کی ایک خاص مٹھائی وہ بہت شوق سے کھاتا ہے۔

مسولینی:۔ اس کی خودمختار حکمرانی کے ماتحت ۴ کروڑ ۲۰ لاکھ اطالوی شامل ہیں۔ اسکی غذا بہت سادہ ہے ناشتہ کے لئے کافی اور ایک توس آتا ہے۔ ناشتہ کرنیکے بعد وہ صبح ساڑھے ۸ بجے سواری پر نکل جاتا ہے اور ایک بجے کچھ میوے کھاتا ہے اور کبھی تھوڑی سی مچھلی یا اُبلا ہوا گوشت اور دودھ پیتا ہے۔ رات کو نو بجے کے قریب پھل اور دودھ اُس کی غذا ہے۔

اس کی غذا کا بڑا حصہ انگور ہوتے ہیں۔ کوئی دن ایسا نہیں گذرتا جب وہ انگور کا کم از کم ایک خوشہ نہ کھاتا ہو۔ موسم گرما میں سسلی کے انگور کھاتا ہے۔ موسم خزاں میں روم اور اُس کے اطراف و اکناف کی پیداوار۔ موسم سرما میں مرکزی شمالی اٹلی کی فصلیں۔ اور بہار میں بحیرہ روم سے آگے لیبیا کے انگور جو سب سے پہلے پیدا ہوتے ہیں اس کے لئے آتے رہتے ہیں۔

ہٹلر:۔ ساڑھے چھ کروڑ جرمنوں کے حکمران مطلق چانسلر اڈولف ہٹلر کی غذا ہالی ووڈ کے اُن فلم اسٹاروں کی طرح ہے جو بہت کم کھاتے ہیں اور دوسرے اُن کی ہنسی اڑایا کرتے ہیں۔

ہٹلر صبح ساڑھے چھ بجے دلیا کھاتا اور دودھ پیتا ہے۔ دوپہر کو جب اُس کے دس یا اس سے زیادہ مہمان جرمنی کے روایتی دسترخوان پر خوب مزے اڑایا کرتے ہیں، ہٹلر اکثر کچھ نہیں کھاتا۔ وہ زیادہ تر ادٹ یا دلیا استعمال کرتا ہے جو بویریا کے طرز پر پکایا جاتا ہے اس کے ساتھ تھوڑا سا پھلوں کا رس بھی پیتا ہے اور کبھی کبھی ترکاریاں کھاتا ہے۔

ہٹلر کی غذا میں گوشت کبھی شامل نہیں ہوتا۔ رات کو انڈے سلاد اور چند ترکاریاں و مربے کھاتا ہے۔ جب سفر میں ہوتا ہے تو دن بھر میں صرف ایک بوتل سوڈا اور ایک سینڈ وچ کھاتا ہے۔ ہٹلر کی پسندیدہ غذائیں ترکاریوں کے کھانے۔ دار چینی کے ساتھ پکے ہوئے چاول اور آلو سے بنے ہوئے کیک ہیں۔

میکاڈو:۔ کو موروثی طور پر حکمرانی کے لحاظ سے دوسروں پر فوقیت حاصل ہے۔ اس کا خاندان ۲۵۰۰ سال سے متواتر حکمران چلا آرہا ہے۔ میکاڈو نہ شراب پیتا ہے اور نہ تمبا کو استعمال کرتا ہے۔ اس کی غذا بالکل سادہ ہوتی ہے۔ کھانے کے اوقات کے درمیان چا اور کیک کا بھی استعمال نہیں کرتا۔

جاپان کا یہ بادشاہ صبح کے ۷ بجے اٹھتا ہے اور ملکہ کے ساتھ ناشتہ کھاتا ہے جس میں پھل۔ اوٹ۔ بیگن۔ انڈے۔ ٹوسٹ اور کافی وغیرہ چیزیں شامل ہوتی ہیں۔

ڈنر بھی ناشتہ کی طرح بالکل سادہ ہوتا ہے اور جاپانی کھانے ہوتے ہیں جو بہت زود ہضم ہوتے ہیں ان میں اکثر گوشت نہیں ہوتا۔

طنزیات

خدا کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ وہ سنتا سب کی ہے اور کرتا اپنی جیسی ہے۔ ریڈیو سننے والوں کا حال یہ ہے کہ وہ سنتے سب کی ہیں اور کر کچھ نہیں پاتے۔

یہ بات تو ہر شخص جانتا ہے کہ آخرت میں جنت ہو یا نہ ہو دنیا میں بیوقوف ضرور رہیں اور اس سے کوئی بیوقوف بھی انکار نہیں کر سکتا کہ جنت میں کوئی بیوقوف موجود ہو یا نہ ہو دنیا میں عقلمند ضرور رہیں۔

اونٹ گاڑی وہ سواری ہے جو ہر جگہ سے شام کو روانہ ہوتی ہے اور ہر جگہ صبح کو پہونچ جاتی ہے۔

جو چیز مہابھارت کے زمانہ میں رتھ کے درجہ پر تھی وہی چیز جنگ عظیم تک پہونچتے پہونچتے بیل گاڑی یا بہلی بن گئی۔ یا یوں سمجھ لیجئے کہ رتھ کا جاپانی ایڈیشن بہلی ہے اور بہلی کا گاڈن مندھارا ایڈیشن تھیلہ (?) ہے جس پر دہلی میں اسٹرائک ہوئی ہے۔

ڈانڈی کھٹولہ رکشا پر صرف جدید الخیال عورتوں اور مایوس العلاج مریضوں کو بیٹھنا چاہیئے۔

پہلے لوگ علم کی خاطر سفر کرتے تھے اب سفر کی خاطر علم حاصل کرتے ہیں۔

بھوک کی مانند دعوت کا بھی یہ حال ہے کہ اس کا نہ کوئی وقت مقرر ہے نہ موقع۔

امتحان ایک وسیلہ ہے جس سے طلبہ یا اُمیدواروں کی نالائقی کا اندازہ لگایا جاتا ہے یہ اور بات ہے کہ کبھی کبھی امتحان لینے والوں کی قلعی بھی کھل جاتی ہے۔

شیطانوں کو دھوکا نہیں دیا جا سکتا انُہیں صرف سزا دیجا سکتی ہے۔

ہندوستان میں جوانی کا انجام دو طریقوں پر ہوتا ہے۔ اکثر شفاخانے (?) میں ورنہ جیل خانہ میں۔

دنیا میں ایمانداری اور بے ایمانی کا مفہوم ایک دوسرے سے ملتا جلتا ہے۔ ہر شخص کے ایمان کی ایک قیمت ہوتی ہے۔ جس وقت دام طے ہوگئے ایمان بِک گیا۔

دنیا کا سب سے بڑا انکشاف جھوٹ ہے جس کے بغیر نہ بڑے آدمی کی جان بچ سکتی ہے اور نہ چھوٹے آدمی کو اطمینان نصیب ہو سکتا ہے۔

مشورہ دینے سے بڑھکر کوئی حماقت نہیں۔ اگر اس سے بڑھکر کوئی حماقت ہو سکتی ہے تو پھر یہ ہے کہ مشورہ پر عمل نہ کیا جائے۔

جہاں اپنا عمل کام نہ آئے وہاں دوسروں کی حماقت سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔

کسی کے مستقبل کے بارہ میں کچھ کہنا اور اپنے مستقبل سے بے نیاز ہوکر یا تو بہت بڑی جرأت ہے یا اُس سے بڑی حماقت۔

سائنس کی ترقی کا یہی حال رہا اور برقی لہروں کے معجزے بھی یہی رہے تو کچھ بعید نہیں کہ ہزار پانچسو سال بعد انسانی آبادی خشکی وتری کے بجائے ہوا میں بھی ملنے لگے گی۔

انسان جب پریشان ہوتا ہے تو صرف دو باتیں کر سکتا ہے! جان پر کھیل جائے یا بے ایمانی پر اُتر آئے۔

رات کے وقت بے ایمانوں کی بحث چھیڑنے سے نیک بیویاں ڈراؤنے خواب دیکھتی ہیں اور نیاز مند شوہر ڈراؤنی صورتیں۔

امن وامان اور تمدنی برکات کے عہد میں قانون کا منشا یہ ہوتا ہے کہ اصل مجرم کا چھوٹ جانا اس سے بہتر ہے کہ بے گناہ سزایاب ہو جائے۔

جہاں اور جس زمانہ میں امن وامان کا معاملہ یونہی سا ہو وہاں کا دستور یہ ہوتا ہے کہ شبہ کا فائدہ پولیس کو دیا جائے یعنی الزام مشتبہ ہو تب بھی ملزم کو احتیاطاً سزا دیدینا چاہیئے۔

قانون نام کا پابند ہے اور عدالت عالیہ کی۔ حاکم مسل دیکھتا ہے واقعات سے بحث نہیں کرتا۔ اُس کے نزدیک واقعہ وہی ہے جو مسل میں مقیدّ ہو۔

جب رزق اور موت کے دروازے بند ہو جاتے ہیں تو ہندوستان میں اخبار نویسی کے دروازے خود بخود کھل جاتے ہیں۔

اخبار نویس کو اس اصول پر چلنا چاہیئے کہ اخبار سے کسی کو فائدہ پہونچے یا نہ پہونچے لیکن اخبار کو برابر فائدہ پہونچتا رہے۔

موجودہ عہد میں سب سے کامیاب اخبار وہ ہے جس میں

نیم عریاں تصاویر ناگفتہ بہ امراض کے دواؤں کے اشتہارات اور ظرافت کی آڑ میں پبلک جذبات کی اشاعت کی جاتی ہو۔

ایک بات سمجھ میں نہیں آتی کہ جو باتیں جنت کی نعمتیں بتائی جاتی ہیں وہ دنیا کی شامتیں کیوں قرار دیدی گئی ہیں۔

ترقی یافتہ زمانہ اور نالائق لوگوں کا دستور ہے جب کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی یا سمجھنا نہیں چاہتے تو تحقیقات شروع کر دیتے ہیں۔ اور تحقیقات یا تو پولیس کرتی ہے یا یونیورسٹی۔ ایک سزا دلواتی ہے اور دوسری سند دیتی ہے۔

ریسرچ کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ جس بات کی تحقیقات کی جاتی ہے وہ تو جہاں کی تہاں رہ جاتی ہے اور جو جہاں کی تہاں ہوتی ہے وہ دریافت کرلی جاتی ہے۔

جنت وہ مقام ہے جہاں لوگ بڑی آسانی سے پہونچ جاتے ہیں اور اتنی ہی آسانی سے نکال بھی دیئے جاتے ہیں۔

کنوسینگ کی وبا جب الیکشن کے زمانہ میں پھیلتی ہے تو پہلے مانس بگڑتی اور پولیس ڈنڈے سنبھالتی ہے۔

جو الیکشن کی وبا میں مبتلا ہوتا ہے اُس میں وہ تمام علامات مرض ہوتی ہیں جو علیحدہ علیحدہ ہر مرض میں ملتی ہیں۔ اِن علامات میں خوبی یہ ہے کہ ان کا مظاہرہ ہوتا رہتا ہے لیکن موت نہیں واقع ہوتی۔ (ماخوذ)

بزرگانِ وطن

(افسوس ہے کہ ہماری استدعا پر سید ظہور الدین مرحوم کے صاحبزادوں اور اعزہ نے کچھ توجہ نہ کی ایک غیر صاحب کی عنایت سے ہمکو مرحوم کے خود نوشت حالات مل گئے ہیں جو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔ اڈیٹر)

مولوی سید ظہور الدین احمد مرحوم ابن مولوی سید نور الدین احمد از اولاد مخدوم شیخ اعظم ثانی رحمۃ اللہ علیہ ساکن قصبہ دیوہ ضلع بارہ بنکی۔ آپ شاہ محمد رحیم باسط ابن شاہ محمد حکیم باسط ابن حضرت شاہ محمد کاظم قلندرؒ کے نواسہ تھے۔ آپ کا دوسرا نام محمد انور الدین تھا اور یہ نام حضرت شاہ تقی علی قلندرؒ نے رکھا تھا۔ چنانچہ اکثر مستورات اسی نام سے آپ کو پکارتی تھیں جو کسی وجہ سے ظہور الدین نام نہ لے سکتی تھیں۔ ظہور الدین احمد نام آپکے چچا حافظ ظہیر الدین نے رکھا تھا اور یہی نام عام طور پر مشہور رہا۔ آپ ۱۴ شعبان المعظم سنہ ۱۲۸۶ھ بروز چہارشنبہ نماز صبح کے وقت بمقام کاکوری اپنے نانہال میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم عربی و فارسی کی آپ کے دادی صاحبہ کے بھائی مولوی سید معین الدین نے کی۔ اُس کے بعد جب آپ اپنے والد ماجد کے پاس مین پوری گئے تو وہاں عربی کی تعلیم اپنے عزیز مولوی حبیب علی نیز مولوی ہدایت علی بریلوی سے پائی اور فارسی کی تعلیم اپنے عزیز منشی محمد انعام اللہ اور مولوی عبدالرحمن خان جلال آبادی سے حاصل کی۔ اسی درمیان میں اپنے شوق سے انگریزی تعلیم کا سلسلہ بھی شروع کر دیا تھا۔ بعدہٗ مین پوری سے الہ آباد جاکر انگریزی کی تعلیم حاصل کی۔ ہنوز سلسلہ تعلیم ختم نہیں ہوا تھا کہ بغرض سیر و تفریح اور اپنے بعض اعزہ سے ملنے کے لئے حیدرآباد جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں اعزہ و احباب کے اصرار سے ملازمت کرلی۔ تقریبًا چالیس سال بسلسلہ ملازمت آپ کا قیام ریاست حیدرآباد میں رہا۔ آپ کی ملازمت کا زیادہ حصہ عدالت العالیہ (ہائی کورٹ) میں گزرا۔ چنانچہ چیف جسٹس کے اجلاس کے عہدہ پیشکاری کی سلسلہ بسلسلہ ترقی پاتے ہوئے رجسٹرار عدالت العالیہ مقرر ہوئے۔ چند مہینے سٹی مجسٹریٹی خاص بلدہ حیدرآباد و ڈسٹرکٹ ججی و جوائنٹ مجسٹریٹی اضلاع بیدر و ورنگل پر بھی مامور و کارگذار رہے۔ اور بالآخر ڈسٹرکٹ سشن جج صوبہ اورنگ آباد پر باہوار نو سو روپیہ مقرر ہوئے۔ تقریبًا تین سال اس معزز عہدہ کے فرائض کو بحسن و خوبی انجام دیکر بوجہ تکمیل مدت ملازمت ۲۴ ربیع الثانی سنہ ۱۳۲۳ھ نیکنامی اور عزت کے ساتھ پنشن پر سبکدوش ہوئے۔

آپ کا زمانہ ملازمت نہایت دیانت اور نیکنامی کے ساتھ گذرا کبھی کوئی شخص کسی امر میں آپ کا شاکی نہیں ہوا احکام بالا دست ہمیشہ آپ کی محنت، کارگذاری، دیانت و بے لوثی اور راستبازی کے مداح رہے۔

آپ کے پاس عدالت العالیہ (ہائی کورٹ) کی سند وکالت

بھی تھی جو آپ نے امتحان دیکر حاصل کی تھی۔ پنشیابی کے بعد آپ کے اکثر احباب اور بعض حکام نے بھی پیشہ وکالت شروع کرنے کا صرف مشورہ ہی نہیں دیا بلکہ اصرار بھی کیا مگر آپ نے اس کو پسند نہیں کیا۔ اور وطن چلے آئے۔ مستقل اقامت لکھنؤ میں اختیار کی جہاں آپ نے اپنا ذاتی مکان تعمیر کرالیا تھا۔ اب کچھ عرصہ سے حیدرآباد جاکر بھی قیام کرنے لگے تھے جہاں آپ کے بڑے صاحبزادہ سید مظہر الدین احمد ملازم ہیں۔

آپ کو شاعری کا بھی مذاق تھا اور ظہور تخلص کرتے تھے۔ اکثر مشاعروں میں بھی شرکت کا اتفاق ہوتا اور اپنی غزل پڑھتے تھے۔ مفتی محمد اکرام اللہ افسوس کاکوروی سے آپ کو تلمذ تھا۔

ذیل میں ہم آپ کے چند اشعار درج کرتے ہیں جن سے آپ کے طبیعت اور ذوق کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

آپ بیٹھے جہاں اُٹھے فتنے ‖ جب چلے حشر ہمرکاب ہوا

رخ پہ بکھری ہوئی جو زلف دوتا رکھتے ہیں ‖ تہمت الزام وہ لئے باد صبا رکھتے ہیں
شوخیاں یاد ہیں اُن ناز بھری آنکھوں کی ‖ آج جن آنکھوں میں وہ شرم حیا رکھتے ہیں

بیکسی میں کون اب غمخوار ہے ‖ میں ہوں یا میرا دل بیمار ہے
جان دینا سہل ہے دیدیں گے ہم ‖ جان لینا مہربان دشوار ہے
جب کہا اُن سے کہ مرتا ہے ظہور ‖ بولے اپنے فعل کا مختار ہے

یادِ یارانِ وطن آتی ہے ہردم یارب ‖ دور کب سر سے بلائے شب غربت ہوگی

گرچہ دم ہونٹوں پہ آیا ہے مرے جاتے ہیں ‖ دم مگر اپنے مسیحا کا بھرے جاتے ہیں

اک اشارہ پہ گلے سینکڑوں کٹتے دیکھے ‖ کون کہتا ہے کہ ابرو ترے شمشیر نہیں

ایک منگیتر کا عرفانی تصور

وہ آرہا ہے، میرا محبوب! میرا مالک، جس کے لئے میں دریائے فلک کے کنارے پر عرصہ سے کھڑی تھی، ہاں آج انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئی! آج فراق وصال سے بدل جائے گا، میری کم بستگی کا زمانہ اب ختم ہوا۔ اپنے محبوب سے بغلگیر ہونے کا سماں آگیا، کیونکہ وہ آرہا ہے۔ . . . . . . دریائے فلک کے پانی میں جنبش ہوئی وہ کہکشاں میں تیرتا ہوا آرہا ہے آج رات اس کا سفینہ نورو رنگ کس تیزی سے میری جانب آرہا ہے۔

گو دریائے فلک کی لہروں میں جوش آرہا ہے۔ مگر اس قدر طوفان نہیں ہے کہ میرے حبیب کا سفینہ خطرہ میں ہو! میں تیر کر اس پار بھی نہیں جا سکتی، کیونکہ پانی لحظہ بہ لحظہ بڑھ رہا ہے، میں ابھی انتظار میں کھڑی رہوں گی، اور دریا میں بہنے والی چیزوں کو شوق و اضطراب سے دیکھتی رہوں گی، کاش میرا مالک جلد آجائے۔

میری محبوبہ! میری جمیل و حسین منسوبہ اس کنارے پر کھڑی ہے اس سے جُدا ہوئے کتنا عرصہ ہوا! جب میں آخری بار اس سے ملا تھا، وہ کیسی حسین معلوم دیتی تھی، میری اس کی ملاقات بس ایک ہی لحظہ کی ہوئی تھی، اور فوراً ہی رخصت کا وقت آگیا تھا، آہ! وہ آخری نظارۂ ہوش رُبا! رات کو چمکتے ہوئے جگنو کی ایک جھلک سے زیادہ نہ رہا ابھی تک فراق کی وہ گھڑیاں ختم نہیں ہوئیں۔

میرا خیال ہے میرا دُولہا، "کہو تو شی" اپنی دُلہن سے ملنے آرہا ہے! آج میں کیوں نہ خوش ہوں؟ دیکھو آسمان پر بدلی چھاگئی، تیز ہوا چلنے لگی میرے کنارے کی طرف اس کا سفینہ لحظہ بہ لحظہ بڑھ رہا ہے دریائے فلک کو بھی آج خوشی کی وجہ سے قرار نہیں!

دریائے فلک کے کنارے کھڑی ہوئی اپنے مالک کے انتظار میں گھڑیاں گن رہی ہوں، مجھے کتنی دیر ہوگئی ہے پوشاک گیلی ہوگئی کوئی پروا نہیں پانی میں کشتی چلانے کی آواز زور زور سے آرہی ہے، فضا میں سرسراہٹ بڑھ گئی ہے کیا عجب ہے کہ میرا حبیب لبیب اپنی خوبصورت سی کشتی میں سوار فیروزہ کے چپوؤں کو چلاتا ہوا میری طرف آرہا ہو۔ . . . تیزی سے، میرا محبوب جس کے انتظار و تمنا میں میں مری جا رہی تھی آخر کار آج میرے پاس آہی جائے گا۔

میری دُلہن، میری حسینہ، میری محبوبہ! اپنی آستین اوپر کو اٹھا کر دریائے فلک کے کنارے آگئی ہے۔ شاید حد سے زیادہ انتظار نے اُسے سُلا دیا ہے۔ . . دیکھو! دریائی خس میں رہنے والی بطوں! تم صبح ہوتے ہی چلانا شروع نہ کر دینا۔ ورنہ میری دُلہن کی نیند خراب ہوجائے گی اور وہ اُفق پر سُرخی پیدا ہونے سے پہلے اُٹھ بیٹھے گی۔

وہ ابر و باد کو دیکھ کر سوچ رہی ہوگی "میرا مالک آج ضرور آئیگا!! آج وہ اپنی کشتی میں بیٹھ کر ضرور ادھر آئے گا!!"

(بقیہ صفحہ کالم ۱ پر)

وطن کی خبریں

نوٹ :- اعزہ احباب اور جملہ اہل وطن سے جو باہر ہیں خواہ وطن میں گزارش ہے کہ اپنے یہاں کی قابل اندراج خبریں اور اطلاعات دفتر میں روانہ کر کے مشکور کرتے رہیں۔ (اڈیٹر)

موسم :- آٹھ دس روز تک بارش نہیں ہوئی تھی کہ یکم ستمبر کو دوپہر کے بعد سے پھر سلسلہ شروع ہوا جو ۹ و ۱۰ ستمبر کی درمیانی شب تک جاری رہا۔ کبھی موسلادھار پانی گرا اور کبھی گھنٹوں پھوہار پڑی۔ جو چھتے مکانات گزشتہ موقع پر ٹپکنے سے محفوظ رہ گئے تھے وہ اس مرتبہ ٹپک نکلے۔ اس وقت اوسط سے زائد بارش ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ زراعت کے لئے بھی اب پانی کی ضرورت نہیں ظاہر کی جاتی ہے۔ اب کئی دن سے بارش نہیں ہوئی ہے۔ آسمان پر کسی وقت ابر رہتا ہے اور کبھی آفتاب نکل آتا ہے۔ دھوپ تیز ہوتی ہے جیسی کہ عموماً برسات میں ہوتی ہے۔ تمام دن خنک ہوا چلتی رہتی ہے البتہ نماز مغرب سے کچھ قبل اور پھر رات گئے تک اکثر ہوا بند اور حبس و گرمی ہو جاتی ہے۔

آب و ہوا :- وبائی شکایات بفضلہ اس طرف بالکل سنائی نہیں دی۔ خدا کا شکر ہے کہ آب و ہوا اب صاف معلوم ہوتی ہے۔ نزلاوی بخار کی کچھ شکایات سنی گئی ہیں اور بعض لوگوں کو ملیریا بخار بھی آنا بیان کیا جاتا ہے۔

رمضان :- شب برات کے بعد علماء فرنگی محل نے یہ طے کیا کہ شعبان کا چاند ۲۹ رجب کو ہوا تھا اور شب برات حقیقتاً جمعہ کو نہیں بلکہ جمعرات کو تھی۔ بہرحال جمعہ کو ۲۹ شعبان تھی یہاں ابر غلیظ تھا لوگوں نے چاند دیکھنے کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی اور نہ دوسرے دن کہیں سے چاند ہونے کی اطلاع آئی۔ لہذا سنیچر کو ۳۰ شعبان تھی ابر کی وجہ سے چاند تو دکھائی نہیں دیا لیکن یہ طے ہو گیا کہ پہلا روزہ اتوار کو ہوگا۔ چنانچہ سنیچر و اتوار کی درمیانی شب سے مساجد میں تراویح شروع ہو گئیں اور اکثر مسجدوں میں حفاظ نے قرآن پاک شروع کر دیا۔ رمضان شریف کی وجہ سے قصبہ میں خاصی چہل پہل پیدا ہو گئی ہے۔

چوریاں :- گزشتہ عشرہ میں متعدد مکانوں میں نقب زنیاں اور چوریاں ہونے کی اطلاعات ملی ہیں۔ بعض مقامات پر لوگوں کے جاگ جانے کی وجہ سے کوئی نقصان نہ ہونا بیان کیا جاتا ہے اور کچھ لوگوں کے یہاں سے کافی سامان چور اٹھالے گئے۔ معلوم نہیں کہ عملہ پولیس کہاں تک واردات کی سراغ رسی میں کامیاب ہوا؟

صحت و تندرستی :- (۱) معلوم ہوا کہ گزشتہ عشرہ میں قاضی ولی حیدر خان کو شدید انفلوانزا کی شکایت ہو گئی تھی۔ کئی دن تیز بخار آیا۔ اب بفضلہ بالکل اچھے ہیں بخار کے اثرات زائل ہو چکے ہیں۔

(۲) اورنگ آباد کی اطلاعات سے دریافت ہوا کہ دختر سید ثابت علی عباسی کو اکیسویں دن بخار دفع ہوا۔ اب طبیعت بفضلہ اچھی ہے۔ ضعف شدید ہو گیا ہے جو بتدریج کم ہو رہا ہے۔

(۳) والدۂ خلیل احمد عباسی کو پیچش کی شکایت تو اب نہیں ہے البتہ ضعف ابھی کافی ہے۔

علالتیں :- (۱) حکیم حافظ عبد العلیم صاحب علوی (احاطہ رحیم باسط) کی شکایت نے بہت طول کھینچا۔ یہاں جب تکالیف میں کمی کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو حکیم صاحب کو کئی دن ہوئے لکھنؤ لے جایا گیا اور میڈیکل کالج میں داخل کرا کے اپریشن ہوا ہے۔ ضعف اور پیری میں مرض کا اتنا طوالت پذیر ہو جانا پیچیدگیوں کا باعث ہوا۔ باری تعالیٰ سے دعا ہے کہ حکیم صاحب کو صحت عاجلہ و کاملہ عطا فرمائے۔

(۲) منشی محمد نسیم علوی (محلہ باؤلی) کو حرارت رہتی ہے اور دست بھی آتے ہیں۔ ضعف بڑھتا جاتا ہے بغرض علاج لکھنؤ گئے ہیں۔ ہومیوپیتھک طریقۂ علاج شروع کیا گیا ہے۔ خداوند کریم علاج نفع دے اور جلد ازالۂ مرض ہو۔

(۳) خان بہادر مولوی نظام الدین حیدر (قاضی گڑھی) کے پیر کی پنڈلی میں سرطانی پھوڑا نکل آیا ہے جس کی وجہ سے ان کو تکلیف ہے۔ مقامی ڈاکٹر معالج ہیں۔ زخم کی حالت بہتر ہے۔ اللہ جل شانہ خان بہادر صاحب کی تکلیف جلد دفع فرمائے۔

متفرقات :- (۱) یہ سنکر خوشی ہوئی کہ منشی خلیل احمد علوی

دمحلہ باڈلی) نے انجمن اسلام ہائی اسکول سے ملازمت ترک کردی اور بمبئی گورنمنٹ کی بافکن انسٹیٹوٹ میں اسسٹنٹ ٹیکنیشن بمشاہرہ سو روپیہ تا ساڑھے چار سو روپیہ کی جگہ مل گئی ہے۔ اس خدمت میں پنشن اور پراویڈنٹ فنڈ کا بھی حق ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے۔

(۲) موجودہ سیاسی گڑبڑ کی وجہ سے سید حسین حیدر صاحب ڈپٹی کلکٹر معہ آرمڈ پولیس کے تقریباً دو تین ہفتہ مقیم رہ کر یکم ستمبر کو بعد دوپہر لکھنؤ واپس گئے۔ موصوف نے اپنے دوران قیام میں حلقہ جات تھانہ کاکوری و تھانہ ملیح آباد کا کافی گشت کرکے اطمینان کرلیا کہ ان حلقہ جات میں بفضلہ شوریدہ سروں کا اثر نہیں ہے اور حالات قابل اطمینان ہیں۔ اب ڈپٹی صاحب کا قیام صدر میں رہے گا۔ دوسرے تیسرے مذکورالصدر حلقہ جات کا دورہ کرلیا کریں گے۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۶ کالم ۲)

اگرچہ میں ستاروں کا دیوتا ہوں اور مجھے سب آسمانوں میں جانے اور ہر ہوا کے دوش پر سوار ہونے اور سب مقامات کی سیر کرنے کی طاقت دی گئی ہے مگر دریائے فلک کو عبور کرنے سے میں بھی قاصر ہوں کیونکہ وہ عشق کے پُرجوش پانی سے لبریز ہے، اس کا عبور کرنا خطرہ اور تکلیف سے خالی نہیں، تیرے لئے اس دریا کو عبور کرنا بہت ہی دشوار ہے۔

جس دن میرے دل میں اپنے خاوند کے لئے تڑپ زیادہ ہوتی ہے تو میں دریائے فلک کے کنارے پر بیٹھ کر آنے جانے والی بیقرار موجوں کو دیکھتی ہوں۔ پانی کی تیز جنبش اور رات کو سفر کرنے والی کشتی کے چپوؤں کی آواز جب دور سے مجھے سنائی دیتی ہے تو میں سمجھتی ہوں کہ بس میرا حبیب، میرے دل کا مالک اب آرہا ہے۔

میری محبوبہ، میری پیاری دُلہن، جواہرات سے مزین، نرم و نازک ریشمی تکیے چھوڑ کر میرے ساتھ دریا کی تہ میں جائیگی اور پتھروں کے سخت بستر پر سوتی رہے گی۔ . . . .

جگ گذر گئے ہیں اور وہ ایک ہی ہیں لاکھوں برس سے ہم ایک دوسرے سے بغلگیر و ہمکنار کھڑے ہیں کون ہے جو ہماری لاکھوں برس کی محبت کو غلط ٹھہرا سکے، اس پُرخلوص عشق کو دیکھ کر آسمان بھی کیوں ایک دوسرے سے علٰحدہ کرے گا؟ کیا ہم اور وہ ایک نہیں ہیں؟

"تانا باتا" نے میرے لئے اپنے دریچۂ زریں میں بیٹھ کر جو سفید پوشاک بُنی تھی وہ آج تیار ہوگئی ہے اور وہ میرے لئے لائیگی، اگرچہ میری دُلہن مجھ سے دور ہے اور بادلوں کو پانچ ہزار پردوں کے پیچھے مستور ہے، مگر ہر شام کو "تانا باتا" اپنی چھوٹی بہن کو بُراشتیاق نظروں سے دیکھنے کے لئے بام فلک پر بھیج دیتی ہے۔

پورے ایک سال کے شدید انتظار کے بعد وہ دن آگئے جب میں اپنے محبوب دولھا سے ملوں گی، بس کل سے راتیں گن گن کر کاٹوں گی۔ آہا! وہ افق پر سفید بادل بادِ خزاں کے دوش پر سوار میری طرف اُڑا چلا آرہا ہے۔

چونکہ میرا محبوب کبھی کبھی ملنے والا محبوب ہے اور آج رات کو میرے محبوب کا سفینہ اس دریائے فلک کے پانی کو چیرتا ہوا میرے پاس آئے گا اس لئے سب لوگ ہوشیار رہیں۔

ہوا تیز ہوتی جارہی ہے اور موجوں میں جوش آرہا ہے کیا دریا میں طوفان آئے گا۔ . . . . . جلدی کرو میرے مالک اپنی کشتی کو جلد جلد میری طرف لاؤ کیونکہ حاسد دریا کو غصہ آرہا ہے۔

(ماخوذ از پیام تعلیم)

(سید توسل حسین نے یونائیٹڈ انڈیا برقی پریس لکھنؤ میں چھاپا اور سید محمد مشیر الدین نے مولوی محلہ دلال (الی) کاکوری سے شائع کیا)